درسِ قرآن

(وَسَارِعُوْا ..... لِلْمُتَّقِیْنَ)

حافظ محمدؐ ادریس

حمد و ثنا کے بعد:

"وسارعوا ـــــ للمتقین۔" (سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۱۳۳)

ترجمہ: "اور دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمان ہیں۔ وہ تیار کی گئی ہے متقی لوگوں کیلئے۔"

قابلِ احترام بھائیو! عزت مآب بہنو اور مہمانانِ گرامی قدر! میں نے آپ کے سامنے سورۃ آل عمران کی ایک آیت پڑھی ہے اور اس کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے اور اس کا ہر مقام انسان کو منزلِ مقصود کا پتہ دیتا ہے اس قرآنِ مجید نے دنیا کی ایک پسماندہ قوم کو اِنسانیت کی امامت و قیادت پر فائز کر دیا تھا اور یہ آج بھی ہماری بگڑی بنا سکتا ہے۔ آج کے دور میں ہم آخرت سے بے فکر، روز حشر کی باز پرس سے غافل اور قرآن سے بے تعلق ہو کر مادہ پرستی کی دوڑ میں جت گئے ہیں۔ اس دوڑ میں کوئی جیتتا ہے اور کوئی ہارتا ہے۔ مگر یہ جیت بھی کوئی جیت نہیں، اصل جیت اور ہار کا فیصلہ اس روز ہو گا جب اعمال نامے حاضر کئے جائیں گے، جب راز کھول دیے جائیں گے۔ جب جنت سجائی جائے گی اور دوزخ بھڑکائی جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو زندگی کی حقیقت سمجھا دی تھی انہوں نے دنیا میں مار بھی کھائیں اور نقصان بھی برداشت کیے مگر جو عہد ایک بار کر لیا اس سے کبھی روگردانی نہ کی جو منزل متعین کر لی اس سے کبھی رخ نہ موڑا اور جو سودا اپنے مالک کے ساتھ کیا اسے ہمیشہ نفع

بخش سمجھا ۔ انہوں نے اپنی جان اپنا مال جنت کے بدلے فروخت کر دیا تھا ۔ نہ جان جانے کا غم ان کے قدم روک سکتا تھا نہ مال کا چھن جانا ان کی ہمتیں پست کر سکتا تھا ۔ وہ دنیا کے سود و زیاں سے بلند اور جنت کے طلبگار تھے۔ انہیں کسی چیز سے عشق تھا تو وہ جنت تھی۔ ان کے دل میں خوف تھا تو وہ دوزخ کا عذاب تھا ۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دامن میں پناہ لے کر وہ مطمئن تھے۔ نہ کبھی پشیمان ہوئے نہ پچھتائے ۔

یہ مقام ہی ایسا مقام ہے، جہاں کبھی پچھتاوا نہیں ہو سکتا ۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا، سوچ سمجھ کر کیا، ٹھیک کیا اور اس فیصلے کا حقیقی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سامنے میدانِ حشر میں پہنچنے کے بعد سامنے آئے گا ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بتاتا ہے کہ میری راہ میں تم جو مشکلات اٹھاتے ہو، جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہو، جو جدوجہد اور تگ و دو کرتے ہو، اس کا ماحصل میری مغفرت اور جنت ہے ، چنانچہ اس سورہ میں آپ دیکھیں گے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر کا ذکر کیا، اور فرمایا کہ وہاں بھی کامیابی اور نصرت اللہ کی مدد سے ملی تھی اور پھر آگے جنگِ احد کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیابی عطا فرمائی، مگر تم ایک غلطی کر بیٹھے اور اس غلطی کے نتیجے میں فتح شکست میں تبدیل ہو گئی ۔

یہ آیت جو میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے، اس میں جنت اور مغفرت کی طرف پیش قدمی کا حکم ہے اور ان لوگوں کی صفت بیان کی گئی ہے جو اس کام کو کامیابی کے ساتھ کر گزرتے ہیں۔ "وسارعوا الی المغفرۃ من ربکم وجنۃ" اور دوڑ کر آگے بڑھو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جاتی ہے ۔ "عرضہا السموات والارض" جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے ۔

یسارع، عربی زبان میں باب مفاعلہ کے وزن پر مسارعہ سے ہے ۔ اس باب کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ اس میں مقابلے کی کیفیت پائی جاتی ہے ۔ اس کا مادہ سرعت ہے، اور سرعت کے معنی تیزی کے ہیں ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اگر تم تیزی کے ساتھ دوسروں سے آگے بڑھنا چاہتے ہو، تو آؤ میں تمہیں ایک ایسا میدان بتاؤں جس میدان میں تیزی دکھانی چاہیے ۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مہم جو واقع ہوا ہے، وہ مقابلہ کرتا ہے، وہ دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ آج آپ اپنے گرد و نواح میں دیکھیں، اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو دیکھیں، اپنے ملک کے معاشرے کو دیکھیں، ہر آدمی دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ یہ آگے بڑھنے کی کوشش مادہ پرستی کی زندگی تک محدود ہے، انسان دنیا کا مال و متاع

دوسروں سے زیادہ سمیٹنا چاہتا ہے ۔ یہاں اللہ ربّ العٰلمین نے اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ یہ جو مقابلے کی صفت میں نے تمہارے اندر پیدا کر دی، تو آؤ تمہیں وہ میدان بھی بتاؤں جس میدان میں اسے استعمال کرنا چاہیے ۔

دوسرے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں بیان کیا کہ "خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملًا" (الملک) (اس نے موت اور زندگی پیدا کی، تاکہ تمہیں آزمائے، تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے۔) حقیقت میں زندگی کا یہ سارا انتظام، اور موت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا جانا، انسان کی آزمائش ہے ۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے ۔

جنت اور مغفرت کی طرف دعوت تو اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ دی ہے ۔ کہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "سابقوا الی ۔۔۔ والارض" (الحدید) (دوسروں سے آگے بڑھو اور مقابلہ کرو، جنت او. مغفرت کی طرف پیش قدمی کرنے میں ۔) اور کہیں ارشاد فرمایا،" ولتنظر نفس ما قدمت لغد" (الحشر) (ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ کل کے لیے اس نے کیا جمع کیا ہے، اس کی پونجی کیا ہے، اس کا سرمایہ کیا ہے)۔ اور کہیں ارشاد فرمایا، "ففروا الی اللہ" (الذاریت) (اللہ کی طرف دوڑ کر آؤ، بھاگو اللہ کی طرف، سارے کام چھوڑ چھاڑ کر، اس کام میں لگ جاؤ کہ ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، ہمیں اللہ تک پہنچنا ہے) اور کہیں ارشاد فرمایا کہ موت تو ہر ایک کو آنی ہے "فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز" (اٰل عمران) (جو دوزخ سے بچا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، تو وہی کامیاب ہے۔)

میرے بھائیو! یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی، اس آیت میں اہلِ ایمان کے لیے دعوت ہے، اہلِ ایمان کے لیے غور و فکر کا مقام ہے اور ہم جو دور دراز سے چل کر یہاں آئے ہیں، ہم جنہوں نے ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی ایک جدوجہد اور تحریک میں اپنے آپ کو شامل کیا ہے، ہمارا مطمحِ نظر کیا ہے؟ کیوں ہم اس جماعت میں شامل ہوئے؟ یہ سوال میں اپنے بھائیوں کے سامنے، اپنی بہنوں کے سامنے اور اپنے، معزز مہمانوں کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں کہ ان دیوانوں نے کیوں یہ فیصلہ کیا تھا؟ کیا ان کے سامنے اقتدار کی منزل آگئی تھی؟ کیا انہیں نظر آ رہا تھا کہ انہیں مادی وسائل حاصل ہو جائیں گے؟ کیا جماعتِ اسلامی کے پلیٹ فارم سے انہیں وزارتیں نظر آ رہی تھیں؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے ۔ ان کے سامنے ایک آزمائش کی زندگی تھی. ان کے سامنے مشکلات تھیں ۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا اور سارے راستے اپنے اوپر بند کر کے اس راہ کو اختیار کیا، تو اس کے پیچھے یہی فکر کارفرما تھی کہ یہ اللہ کی رضا کا راستہ ہے اور ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے، ہمیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانا ہے ۔ اسی لیے ہم اس میں

شامل ہوئے، اسی لیے ہم نے سفر کیا، اور اسی لیے ہم نے اس عارضی بستی میں آکر ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔

مگر میں بالکل آغاز میں یہ بات عرض کر دینا چاہتا ہوں، اور اس بات کا مخاطب میں خود بھی ہوں اور آپ سب لوگ بھی، کہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا ہے کہ جب ہم یہاں سے جائیں گے تو کیا لے کر جائیں گے۔ کوئی سفر بلا مقصد تو نہیں ہوتا، اور بلا مقصد سفر کرنے والے لوگوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ انسان کا سفر بامقصد ہوتا ہے اور بامقصد ہونا بھی چاہیئے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم یہاں آکر اس فکر کو پھر اجاگر کر لیں، جو گرد اس پر پڑ چکی ہے اس کو اتار لیں، جو زنگ ہمارے دلوں پر چڑھ چکا ہے اس کو صاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں، اور سوچ لیں کہ ہماری منزل کیا ہے، ہمارا سودا کس بات کا ہے، ہم نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سفر پر اٹھنے والا ایک ایک قدم اللہ تعالیٰ کے ہاں بلندی درجات کا ذریعہ بن جائے گا ۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ جنت کی طرف بڑھو ، وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین و آسمان پر محیط ہیں ، تو یہاں مفسّرین نے بڑے اہم نکات بیان کیے ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طول کا ذکر نہیں کیا ، بلکہ عرض کا ذکر کیا ہے ، وہ جنت کہ جس کا عرض ، جس کی چوڑائی ، زمین و آسمان کی طرح ہے ، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ جنت کے طول و عرض کی بات نہیں کرنا چاہتا ، بلکہ اس کی وسعت کو بیان کرنا چاہتا ہے ۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے ، "البلاد العریض" بڑا کھلا ملک ہے، بڑی کھلی سرزمین ہے ، یہاں بھی فرمایا کہ جنت بڑی کھلی جگہ ہے ۔ بعض مفسّرین نے کہا کہ طول کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان نہیں کیا ، اس لیے کہ ہر آدمی جانتا ہے کہ عرض چھوٹا ہوتا ہے اور طول اس سے بھی بڑا ہوتا ہے ، اور اگر عرض کی یہ حالت ہے کہ اس کی وسعتِ زمین اور آسمان پر محیط ہے تو پھر اس کا طول تو اور بھی بڑا ہو گا اور اس کی وسعتیں اور بھی زیادہ ہوں گی ۔

یہ جنت اور اس کی نعمتیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ بیان کیں ۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جنت کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش فرمایا کہ وہ لوگ اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھ سکتے تھے ، وہ لوگ جنت کی خوشبو پا لیا کرتے تھے ۔ ہم آج جنت کا وہ نقشہ بھول چکے ہیں ، ہم جنت کی اس خوشبو سے محروم ہیں ۔ میں نے آپ حضرات کے سامنے شروع میں کہا تھا کہ سوچیں اور غور کریں کہ وہ خوشبو کس طرح ہمیں آسکتی ہے ۔ جنت کی خوشبو ختم تو نہیں ہو گئی ، جنت کا نقشہ مٹ تو نہیں گیا، پردہ تو ہماری آنکھوں پر پڑ گیا ہے ، ذوق ہمارا بگڑ گیا ہے ، دلچسپیاں ہماری بدل گئی ہیں ، اور ہماری تگ و دو دنیا کے لیے ہو کر رہ گئی ہے ، ورنہ جنت آج بھی وہی ہے ، خوشبوئیں بھی وہی ہیں ، اس کی وسعتیں بھی وہی ہیں۔

میں ان لوگوں کی مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کا شیدائی بنا دیا تھا۔ جنت کے عاشق ، جنت کے طلبگار ، ساری دنیا سے کٹے ہوئے اور جنت کی طرف پیشقدمی کرنے والے ۔ انہوں نے دنیا میں بھی انقلاب برپا کر دیا تھا ۔ آج اگر پاکستان کی منزل اسلامی انقلاب ہے تو وہ اسلامی انقلاب اسی راستے سے آسکتا ہے جو راستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا ۔ کوئی دوسرا راستہ اس کے لیے نہ کسی مفکر نے بتایا اور نہ عملی دنیا کے اندر کسی نے اسکا تجربہ کر کے دکھایا۔ وہ راستہ اور اس کی مثالیں میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ ان کی روایت ہے ، جو صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے نقل کی ہے ۔ واقعات ہیں جنگِ بدر کے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر کو خود نہیں دیکھا تھا ، کہ اس وقت ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی، مگر انہوں نے اس کے واقعات کو سنا اور یاد کر لیا اور بیان کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدر کے میدان میں پہنچے تو مشرکین ابھی نہیں آئے تھے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، ”لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ بِشَيْءٍ حَتَّى أَكُونَ أَنَا دُونَكُمْ“ ۔۔۔

یعنی ’تم میں سے کوئی شخص مجھ سے آگے نہ بڑھے‘ میرے پیچھے پیچھے رہنا پھر جب مشرکین آگئے‘ تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت مختصر خطاب فرمایا ۔ آج تو ہم لمبی لمبی تقریریں کرنے اور لمبی لمبی تقریریں سننے کے عادی ہیں ، مگر اصل بات یہ ہے کہ کوئی ایک لفظ بھی جو دل کے اندر اتر جائے اور انسان کو عمل پر ابھار دے ، وہ کافی ہوتا ہے ۔ یہ مختصر خطاب جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اس کا نتیجہ تاریخ نے ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا۔ مشرکین کی طرف اشارہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ، اے اللہ کے بندو! یہ دشمن تمہارے سامنے آچکا ۔ ”قوموا الی جنۃ عرضہا السموات والارض“ یعنی وہی بات جو اس آیت کے اندر اللہ تعالےٰ نے کہی ، ”اٹھو اس جنت کی طرف ۔۔۔۔۔“ گویا جنت سامنے نظر آرہی ہے ، ”وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین اور آسمانوں پر محیط ہیں ۔“

عمیر ابن الحمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ، ”أجنۃ عرضہا السموات والارض یا رسول اللہ ؟“ ”یا رسولؐ اللہ ، ایسی جنت جس کی وسعتیں زمین اور آسمان پر محیط ہیں؟“

”قال نعم “، فرمایا ہاں۔

”قال بخ بخ “، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی زبان پر آیا، ”واہ جی واہ کیا کہنے!“ جنت آنکھوں

کے سامنے تھی ۔ وہی آدمی یہ الفاظ کہہ سکتا ہے جو جنت کو دیکھنے والا ہو ، جو جنت کی قدر و قیمت کو پہچاننے والا ہو ، جو اس سے غافل ہے ، اسے کیا معلوم وہ کیا چیز ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مَا یَحْمِلُکَ عَلیٰ قَولِکَ بَخٍ بَخٍ؟" اے عمیر تم نے واہ واہ کس بات پر کہا،

جواب سنیے! جواب دیا، "رَجَاءَ اَنْ اَکُونَ مِنْ اَھْلِھَا" اُس امید پر،اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کہ شاید اس جنت کا میں بھی اہل بن جاؤں"۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا "فَاِنَّکَ مِنْ اَہْلِہَا" اے عمیر، تو اہلِ جنت میں سے ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، عمیر کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں اور ہاتھ کی کھجوریں پھینکتے ہوئے کہا ، کہ اگر ان کھجوروں کو کھانے کا انتظار کروں تو میرے اوپر افسوس ہے کہ جنت میرے سامنے ہے گواہ رہیے کہ اب میں جنت میں جاکر کھجوریں کھاؤں گا۔ ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں ، دشمنوں کے ساتھ لڑے ، اور شہید ہو گئے ۔

یہ جنت تھی جس کی وسعتیں ان کے سامنے تھیں ، یہ جنت تھی جس کی طلب ان کے دلوں میں تھی ، یہ جنت تھی جس کی جانب ان کے قدم بے ساختہ اٹھ جاتے تھے ، اور یہ جنت تھی جو ان کی منتظر تھی۔

پھر ایک دوسری حدیث دیکھیے ۔ یہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ۔ صحیح بخاری ، صحیح مسلم اور نسائی ، تینوں حدیث کی معروف کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے ۔ وہ جنگِ احد کا حال بیان کرتے ہیں، وہی جنگِ احد جس کے بعد یہ آیات نازل ہوئی تھیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت آیا جب فتح شکست میں بدل گئی ، لوگوں کے قدم اکھڑ گئے ، قرآن نے بھی اس بات پر گواہی دی ہے "اذ تصعدون ولا تلوٗن علیٰ احد والرسول یدعوکم فی اخراکم ۔۔۔"

(آلِ عمران : ۱۵۳)

"یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے قدم اکھڑ گئے ، اور میرا رسولؐ میدان میں ڈٹا ہوا تھا ، وہ میدان سے نہیں ہٹا، تم ادھر ادھر بکھر گئے ۔ اس طرف بھی اشارہ کیا کہ میدانِ جنگ میں افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں ، تو وہاں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ، "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اَفائن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بہت سے انبیاءؑ گزر گئے ، دنیا سے اپنا وقت گزار کر اللہ کے ہاں چلے

گئے ۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس چلے جائیں تو کیا تم اسلام کو چھوڑ دو گے؟ اسلام تو موجود رہے گا ، آپ کا پیغام تو موجود رہے گا اور وہ پیغام تو آج بھی موجود ہے ، آپ کی رسالت تو آج بھی موجود ہے اور ہم اس کے مخاطب ہیں۔

اس وقت جب لوگوں کے قدم اکھڑ رہے تھے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور جری آدمی بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگا ۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کبھی کمزوری دکھانے والے نہ تھے ، جن کی قوت اور فیصلے پر لوگوں کو بھروسہ تھا ، وہ بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، میرے چچا انس بن نصر رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں نہیں گئے تھے ، جنگِ احد ان کی پہلی جنگ تھی ، جب انہوں نے اپنے سردار کو دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے تو دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور ایک نظر دشمن پر جمائے رکھی ، اور زبان سے پکار کر کہا ، یا سعد ابن معاذ الجنۃ الجنۃ ، اے سعد ابن معاذ! ادھر جنت ہے جنت ۔ اور پھر ساتھ یہ الفاظ بھی کہے ، "وَرَبِّ النَّضرِ یَا سَعْد" اے سعد اس رب کی قسم جو فتوحات دیا کرتا ہے گویا آج اگر شکست آ رہی ہے تو فتوحات بھی وہی دیتا ہے ۔ جہاں فتوحات کے پھریرے لہراتے ہوئے اس کے نام کی تکبیر بلند کرتے ہیں ، وہاں شکست کے وقت بھی اسی کا نام لیں گے ۔ شکست کے وقت دشمنوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے ۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو ، ان کے حوصلے کبھی پست نہیں ہوتے ۔ پھر کہا "اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ ...." مجھے احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے ۔ یہ جنت کی خوشبو تھی جو ان لوگوں کو آتی تھی ۔ جس نے ان کو مسحور کر رکھا تھا ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، وہ دشمن کے مقابلے پر اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ شہید ہو گئے ، اس طرح کہ ان کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا ، سارا جسم زخموں سے چور چور تھا ، کہتے ہیں میری پھوپھی میدانِ جنگ میں گئیں تو انہوں نے اپنے بھائی کے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھ کر پہچانا۔

شہیدِ وفا نے یوں اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کی ، یوں جنت کی خوشبو سے سرشار تھا ۔ وہ دشمن کے مقابلے پر اس طرح لڑا کہ سارا جسم زخموں سے چور چور تھا ، حتیٰ کہ حلیہ پہچانا نہ گیا ۔ پھر یہ بات تو میرے دوستو اور میرے بھائیو ، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے جن کے نام تاریخ میں معروف ہیں ورنہ یہاں تو جو اللہ کے ساتھ سودا کر لیتا ہے اسے نام کی پروا نہیں ہوتی ۔ کوئی جانتا ہے یا نہیں جانتا ، جس کے ساتھ سودا کیا ہے ، وہ تو جانتا ہے، چنانچہ ایک صحابی کا واقعہ حضرت شدادؓ بن ہاد بیان کرتے ہیں امام نسائیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے ۔ شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک بدو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے رسالت مآب